ACADEMIA International Journal for Social Sciences
Volume 5, Issue 3, 2026 ISSN-L (Online): 3006-6638

بنو عباس کے عہدِ خلافت میں سندھ و ملتان: حکمرانی اور اصلاحات

Muhammad Imran
aliwala87654321@gmail.com
Ph.D. Urdu Scholar, NCBA&E Sub Campus Multan

Dr. Aslam Aziz Durrani
Professor, NCBA&E Sub Campus Multan

Corresponding Author: Muhammad Imran aliwala87654321@gmail.com

Received: 11-02-2026 **Revised:** 26-02-2026 **Accepted:** 12-03-2026 **Published:** 27-03-2026

ABSTRACT

The Abbasid Caliphate represents a significant political and administrative era in Islamic history, during which various reforms were introduced to strengthen governance and maintain state authority in its eastern territories, particularly Sindh and Multan. Despite facing numerous internal and external challenges, the Abbasid administration paid special attention to these regions due to their strategic political, administrative, and economic importance. This study provides a historical and analytical examination of the governance system in Sindh and Multan during the Abbasid period, focusing on the appointment of governors, financial and administrative reforms, defense strategies, relations with local rulers, and the resulting political and social impacts. The findings indicate that Abbasid reforms played a crucial role in strengthening Islamic governance, promoting trade, restoring peace and order, and reinforcing administrative structures in these regions. However, in later periods, increasing local autonomy emerged due to the gradual weakening of central authority. This research contributes to a deeper historical understanding of Abbasid administrative policies in the Indian subcontinent.

Keywords: *Abbasids, Abbasid Caliphate, Sindh, Multan, administrative reforms, governors, Islamic governance, financial system, Indian subcontinent, Islamic history.*

اسلامی تاریخ میں 132ھ/750ء ایک اہم سیاسی موڑ کی حیثیت رکھتا ہے، جب بنو امیہ کے زوال کے بعد بنو عباس نے اقتدار سنبھال کر خلافتِ اسلامیہ کے ایک نئے دور کا آغاز کیا۔ عباسی خلفاء نے نہ صرف مرکزی حکومت کو مستحکم کرنے کی کوشش کی بلکہ سلطنت کے دور افتادہ علاقوں میں انتظامی، مالی اور سیاسی اصلاحات بھی متعارف کروائیں۔ سندھ اور ملتان، جو اسلامی سلطنت کی مشرقی سرحد پر واقع اہم علاقے تھے، عباسی حکمرانوں کی ان پالیسیوں سے نمایاں طور پر متاثر ہوئے۔ اگرچہ ان علاقوں میں بعض اوقات مقامی حکمرانوں کو داخلی اختیارات حاصل رہے، تاہم عباسی خلافت کی بالادستی اور اس کے سیاسی و انتظامی اثرات برقرار رہے۔ اس پس منظر میں بنو عباس کے عہدِ خلافت میں سندھ و ملتان کی حکمرانی اور وہاں نافذ کی جانے والی اصلاحات کا مطالعہ نہ صرف اس خطے کی سیاسی و انتظامی تاریخ کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے بلکہ برصغیر میں اسلامی نظمِ حکومت کے ارتقا کے اہم پہلوؤں کو بھی واضح کرتا ہے۔

اموی خلافت کے زوال کے بعد سندھ و ملتان میں عباسی اقتدار کا آغاز ہوا۔ تاہم ابتدائی برسوں میں عباسی حکومت کو بھی انہی سیاسی، سماجی اور معاشی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جو اموی دور کے آخری زمانے کی نمایاں خصوصیات تھیں۔ تقریباً 750ء سے 755ء تک کا عرصہ انتظامی عدم استحکام، امن و امان کی خراب صورتِ حال اور حکومتی گرفت کو مضبوط بنانے کی کوششوں میں گزرا۔ برصغیر کے سندھ و ملتان کے خطے پر عباسی

خلافت کا اقتدار تقریباً 750ء سے 845ء تک، یعنی قریب پچانوے برس تک قائم رہا، اگرچہ اس تمام عرصے میں مرکزی حکومت کی عمل داری ہر دور میں یکساں مضبوط نہ رہی۔

عباسی خلافت کے پہلے خلیفہ، ابو العباس عبداللہ بن محمد الصفاح، کے دور میں سندھ و ملتان میں اموی دور کے مقرر کردہ گورنر منصور ہی انتظامی امور انجام دے رہے تھے۔ اس زمانے میں یہ خطہ مرکزی عباسی حکومت کے ساتھ مضبوط انتظامی تعلق استوار نہ کر سکا، جس کے نتیجے میں مختلف علاقوں میں بدامنی، لوٹ مار اور عدم تحفظ کی کیفیت برقرار رہی۔ مقامی سطح پر مرکزی اقتدار کی کمزور گرفت نے امن و استحکام کے قیام میں رکاوٹ ڈالی اور عوام کو متعدد انتظامی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

ابتدائی عباسی دور میں خلافت کے سیاسی معاملات پر ابو مسلم خراسانی کا اثر و رسوخ نمایاں تھا، جس کی وجہ سے مرکز کی توجہ زیادہ تر داخلی سیاسی استحکام اور اقتدار کو مضبوط بنانے پر مرکوز رہی۔ اسی باعث سندھ و ملتان جیسے دور افتادہ علاقوں میں انتظامی اصلاحات اور حکومتی استحکام کا عمل نسبتاً سست روی سے آگے بڑھا۔ اس صورتِ حال کا تذکرہ اخلاق احمد قادری نے اپنی کتاب تاریخ و تمدنِ ملتان میں بھی کیا ہے، جہاں انہوں نے ابتدائی عباسی دور کے سیاسی اور انتظامی حالات کی وضاحت کی ہے۔

> ”پہلا عباسی خلیفہ ابو العباس السفاح تھا ۔مگر اصل اقتدار ابو مسلم خراسانی کے ہاتھ میں تھا۔ابو مسلم نے مغلس عبدی تمیمی کو فوج دے کر سندھ بھیجا تاکہ اس باغی امیر کو جس نے آخری اموی گورنر امیر زید بن عرار کو قتل کر کے یہاں خود مختار حکومت قائم کرلی تھی مغلوب کیا جا سکے۔ مغلس عبدی منصور کے مقابلے میں مارا گیا۔“(۱)

ابتدائی عباسی عہد میں سندھ و ملتان کی انتظامی صورتِ حال کے حوالے سے مؤرخین میں بعض اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ابو مسلم خراسانی کی جانب سے سندھ روانہ کیے گئے سپہ سالار کا نام مختلف تاریخی مصادر میں مختلف انداز سے درج ہوا ہے۔ بعض محققین اسے مغلس عبدی تمیمی، بعض مغلس العبدی تمیمی جبکہ دیگر مغلس بن السری العبدی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ڈاکٹر مہر عبدالحق ملتانی نے اپنی کتاب ملتان کے بادشاہ، گورنر اور حملہ آور میں تاریخی واقعات کی ترتیب کو مدنظر رکھتے ہوئے مغلس بن السری العبدی کو اموی خلافت کا آخری گورنر قرار دیا ہے، اگرچہ عباسی اقتدار کے ابتدائی ایام میں بھی اس کا کردار نمایاں دکھائی دیتا ہے۔

اس کے بعد عباسی حکومت نے موسیٰ بن کعب تمیمی کو سندھ و ملتان کا گورنر مقرر کیا۔ سندھ روانگی سے قبل انہوں نے اپنے قبیلے اور خاندان سے تعلق رکھنے والے افراد کو منظم اور متحد کیا، جس کے نتیجے میں سندھ پہنچنے تک ان کے حامی ایک مضبوط قوت کی صورت اختیار کر چکے تھے۔ سندھ میں داخل ہونے کے بعد موسیٰ بن کعب تمیمی کا سامنا منصور بن جمہور سے ہوا۔ دونوں کے درمیان ہونے والی جنگ میں منصور کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ میدانِ جنگ چھوڑ کر راجپوتانہ کے صحرائی علاقوں کی جانب فرار ہوگیا، تاہم موسیٰ بن کعب نے اس کا تعاقب جاری رکھا اور بالآخر اسے راجستھان کے ریگستان میں گرفتار کر لیا۔ بعد ازاں 757ء میں منصور کو قتل کر دیا گیا۔

منصور بن جمہور کی شکست کے بعد موسیٰ بن کعب تمیمی نے سندھ میں اپنی حکمرانی کو مستحکم

کیا اور منصورہ کو انتظامی مرکز کی حیثیت سے برقرار رکھا۔ تقریباً سات سالہ دورِ حکومت میں انہوں نے مساجد کی تعمیر و توسیع، قلعہ بندی کو مضبوط بنانے اور عرب آبادکاروں کی مستقل سکونت کے لیے متعدد انتظامی اقدامات کیے، جن کے نتیجے میں صوبے میں سیاسی استحکام اور انتظامی نظم و نسق میں بہتری پیدا ہوئی۔

موسیٰ بن کعب تمیمی کے بعد ان کے بیٹے عینیہ کو گورنر مقرر کیا گیا، لیکن بغاوت کے باعث اسے معزول کرکے دربارِ خلافت بھیج دیا گیا۔ اس کے بعد عمر بن حفص کو سندھ و ملتان کا گورنر مقرر کیا گیا۔ ان کے دورِ حکومت میں خلافتِ عباسیہ کو علوی تحریکوں کا سامنا تھا۔ اسی زمانے میں محمد بن عبداللہ المعروف نفسِ زکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ بن حسن، جو حضرت علیؓ کی نسل سے تعلق رکھتے تھے، قتل کر دیے گئے۔ ان واقعات کے بعد ان کے اہلِ خانہ اور بعض قریبی رشتہ دار سندھ منتقل ہوگئے، جہاں انہوں نے اپنے مذہبی افکار اور شیعہ عقائد کی تبلیغ شروع کی۔

بعدازاں گورنر ہشام کے بھائی سفیح کے ہاتھوں عبداللہ الاشتر اور ان کے چند ساتھی ایک غلط فہمی کے نتیجے میں قتل کر دیے گئے۔ جب اس واقعے کی اطلاع خلیفہ کو ملی اور یہ معلوم ہوا کہ عبداللہ الاشتر کے خاندان کے بعض افراد ایک ہندو راجہ کی پناہ میں مقیم ہیں تو خلیفہ نے گورنر ہشام کو اس ریاست کے خلاف فوجی کارروائی کا حکم دیا۔ ہشام نے اس مہم میں کامیابی حاصل کرتے ہوئے مذکورہ علاقے کو اسلامی ریاست میں شامل کر لیا۔ فتح کے بعد عبداللہ الاشتر کے خاندان سے تعلق رکھنے والے جو افراد اس کے قبضے میں آئے، انہیں بھی قتل کر دیا گیا۔

گورنر ہشام کے دور تک سندھ و ملتان کی صوبائی حیثیت خاصی مضبوط ہو چکی تھی۔ اگرچہ اس خود مختار انتظامی ڈھانچے کی بنیاد اموی دور میں رکھی گئی تھی، تاہم عباسی عہد میں اسے مزید استحکام حاصل ہوا۔ اس زمانے میں ملتان، گنداوا، بروچ، قندابیل اور متعدد دیگر علاقے اسلامی سلطنت کے زیرِ انتظام رہے۔ خلیفہ منصور نے گورنر ہشام کی انتظامی صلاحیتوں، عسکری کامیابیوں اور اصلاحی اقدامات پر اطمینان کا اظہار کیا۔ ان کے کارناموں کا ذکر حفیظ خان نے بھی اپنی تصنیف میں تفصیل سے کیا ہے۔

> ”خلیفہ ابو جعفر منصور گورنر ہشام کے کارناموں اور حسن انتظام پر اس قدر خوش ہوا کہ سندھ و ملتان کے ساتھ ساتھ اسے کرمان کی امارت بھی سونپ دی۔“(۲)

گورنر ہشام کے عہدِ حکومت میں سندھ و ملتان میں علمی و ثقافتی سرگرمیوں کو بھی فروغ ملا۔ عباسی دور میں اسلامی دنیا نے برصغیر کے علمی سرمائے سے استفادہ کرنے میں خصوصی دلچسپی دکھائی۔ اسی تناظر میں ایک ہندوستانی عالم کی تصنیف "سدھانت" کا خلیفہ کے حکم پر عربی زبان میں ترجمہ کرایا گیا، جس نے فلکیات اور ریاضی کے علوم کو اسلامی دنیا میں متعارف کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس کے علاوہ ہندوستانی علوم و فنون کے متعدد پہلو بھی عرب اہلِ علم نے اختیار کیے، جن میں بالخصوص ہندی اعداد (ارقامِ ہندیہ) یعنی صفر سے نو تک

کے ہندسوں کا استعمال نمایاں ہے۔ بعد ازاں یہی نظامِ اعداد اسلامی تہذیب کے ذریعے دنیا کے مختلف خطوں تک پہنچا اور جدید ریاضی کی ترقی میں بنیادی حیثیت اختیار کر گیا۔

گورنر ہشام کے دور کے سیاسی اور سماجی حالات کے بارے میں مولانا نور احمد فریدی نے اپنی کتاب تاریخِ ملتان میں تاریخِ یعقوبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس زمانے میں سندھ و ملتان کی عوام کا طرزِ عمل حکمران کی قوت اور سیاسی حیثیت سے وابستہ تھا۔ اگر حکمران مضبوط اور بااثر ہوتا تو لوگ اس کی اطاعت قبول کر لیتے، لیکن اقتدار میں کمزوری یا انتشار کی صورت میں وہ بغاوت اور مسلح مزاحمت کا راستہ اختیار کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔

> ”ملتان کے باشندے اپنے قلعے کی مضبوطی پر نازاں تھے۔وہ طاقت کے آگے بصد مشکل جھکتے تھے چنانچہ جب کوئی کمزور حاکم اس طرف آتا تو وہ اطاعت کا جوا کندھے سے اتار پھینکتے تھے۔ہشام گورنر ہو کر آیا تو ملتان کا حاکم باغی ہو چکا تھا۔کشمیر کی طرف بڑھتے ہوئے ہشام ملتان پر حملہ آور ہوا اور فورا اسے قبضے میں کر لیا۔“(۳)

گورنر ہشام کے بعد خلیفہ منصور نے معبد بن خلیل تمیمی کو سندھ و ملتان کی گورنری سونپی۔ ان کے دورِ حکومت میں خطے میں امن و امان کی صورتحال میں نمایاں بہتری آئی، جس کے نتیجے میں عوام نے نسبتاً پُرامن اور مستحکم ماحول کا تجربہ کیا۔ انتظامی نظم و ضبط کی بحالی اور داخلی استحکام نے مقامی آبادی میں اطمینان کی فضا پیدا کی۔

معبد بن خلیل تمیمی کی گورنری کے دوران ہی خلیفہ منصور کا انتقال ہوگیا اور ان کے بعد ان کے فرزند مہدی عباسی تختِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ مہدی کے ابتدائی دور میں سندھ و ملتان کے انتظامی معاملات پر مرکزی حکومت کی توجہ نسبتاً کم رہی، جس سے صوبائی نظم و نسق کمزور پڑ گیا۔ اس صورتِ حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ملتان میں بغاوت نے دوبارہ سر اٹھایا اور یہ علاقہ کچھ عرصے کے لیے مرکزی عباسی اقتدار سے عملاً الگ ہوگیا۔

حالات پر قابو پانے کے لیے خلیفہ مہدی نے ہشام کے بھائی بسطام کو سندھ و ملتان کا گورنر مقرر کیا، لیکن وہ بگڑتے ہوئے سیاسی حالات اور انتظامی انتشار کو قابو میں لانے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ ان کی ناکامی کے بعد خلافت نے انہیں معزول کرکے روح بن حاتم کو گورنر مقرر کیا، جنہوں نے انتظامی استحکام کی بحالی کی کوشش کی۔

روح بن حاتم کے بعد امر بن محمد اشعث کو گورنری سونپی گئی، جبکہ ان کے بعد محمد بن سلمان اس منصب پر فائز ہوئے۔ محمد بن سلمان نے اپنے مختصر دورِ حکومت میں انتظامی امور کو مؤثر انداز میں چلانے کے لیے ایک

نائب گورنر مقرر کیا تاکہ صوبائی نظم و نسق برقرار رہ سکے۔ تاہم ان کی گورنری کا عرصہ نہایت مختصر ثابت ہوا اور وہ صرف چند روز ہی اس منصب پر فائز رہے۔

محمد بن سلمان کے بعد سندھ و ملتان کی گورنری بالترتیب زبیر بن عباس، مصباح بن عمرو تغلبی، نصر بن اشعث اور لیث بن ظریف کے سپرد کی گئی۔ ان گورنروں میں لیث بن ظریف اپنی سخت گیر اور جابرانہ طرزِ حکمرانی کے باعث نمایاں رہا۔ اس نے اپنی حکومت کے دوران ہر اس شخص کے خلاف سخت کارروائی کی جو ریاستی اقتدار کے لیے خطرہ تصور کیا جاتا تھا۔ متعدد بغاوتوں کو قوت کے ذریعے ختم کیا گیا اور مخالفین کو سخت سزائیں دی گئیں، جس کے نتیجے میں اگرچہ ظاہری طور پر امن و امان برقرار رہا، لیکن یہ استحکام زیادہ تر سخت حکومتی اقدامات کا مرہونِ منت تھا۔

لیث بن ظریف نے داخلی نظم و نسق کے ساتھ ساتھ عسکری سرگرمیوں پر بھی توجہ دی۔ اس کے دور میں کئی فوجی مہمات انجام دی گئیں، جن میں بھروچ اور اس کے نواحی علاقوں کی مہمات کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ ان کارروائیوں کا مقصد عباسی اقتدار کو مستحکم کرنا اور سرحدی علاقوں پر مرکزی حکومت کی عمل داری کو مضبوط بنانا تھا۔

بعدازاں جب خلافتِ عباسیہ کی باگ ڈور خلیفہ ہارون الرشید کے ہاتھ میں آئی تو انہوں نے سندھ و ملتان کے انتظامی ڈھانچے میں متعدد تبدیلیاں کیں۔ ابتدا میں جابر بن اشعث کو گورنر مقرر کیا گیا، لیکن مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہونے پر انہیں معزول کر دیا گیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے سعید بن سلیم، عیسیٰ بن جعفر، نائب گورنر محمد بن عدی، عبدالرحمن، ایوب بن جعفر، یزید بن حاتم اور آخرکار یزید بن داؤد کو اس منصب پر فائز کیا گیا۔

مؤرخین کے مطابق یزید بن داؤد کے دورِ حکومت میں سندھ و ملتان نے امن، معاشی استحکام اور انتظامی اصلاحات کے ایک نسبتاً بہتر دور کا مشاہدہ کیا۔ اس زمانے میں زرعی شعبے کو فروغ ملا، جس کے نتیجے میں خطے کی معاشی سرگرمیوں میں اضافہ ہوا اور کاشتکاری کو وسعت حاصل ہوئی۔ اسی طرح علمی و ادبی میدان میں بھی پیش رفت ہوئی اور طب، فلسفہ اور دیگر علوم سے متعلق متعدد کتب کے تراجم کرائے گئے، جس سے علمی سرمایہ مزید وسیع ہوا۔

انتظامی سطح پر محصولات اور مالی وسائل کو مقامی ضروریات اور عوامی فلاح پر صرف کرنے کی پالیسی اپنائی گئی، جس کے نتیجے میں بنیادی سہولیات میں بہتری آئی اور عوامی مسائل میں نمایاں کمی واقع ہوئی۔ ان اصلاحات نے سندھ و ملتان میں معاشی خوشحالی، سماجی استحکام اور ترقی کے لیے سازگار ماحول پیدا کیا، جس سے رعایا کی زندگی نسبتاً بہتر اور آسودہ ہوگئی۔

> ”داؤد بن یزید سندھ و ملتان کے گورنر کے منصب پر 20 برس تک فائض رہا۔جو کہ کسی بھی گورنر کا طویل ترین دور حکومت ہے۔اپنے مربی خلیفہ ہارون الرشید کے 23 سالہ دور حکومت کے دوران سندھ اور ملتان پر حکومت کرنے والے گورنروں میں سے گو کہ وہ

سب سے آخر میں آیا۔"(۴)

داؤد بن یزید بن حاتم مہلبی کی تقرری سے قبل سندھ و ملتان کی گورنری ایوب بن جعفر کے سپرد تھی۔ تاہم اپنے پیش رو گورنروں کی طرح وہ بھی صوبے میں پائے جانے والے سیاسی انتشار، انتظامی کمزوریوں اور اصلاحی اقدامات کو مؤثر انداز میں نافذ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ مسلسل کئی گورنروں کی ناکامی کے باعث خطے کے حالات میں خاطر خواہ بہتری پیدا نہ ہوسکی، جس سے مرکزی عباسی حکومت کو ایک قابل اور تجربہ کار منتظم کی ضرورت شدت سے محسوس ہوئی۔

اسی پس منظر میں خلیفہ ہارون الرشید نے سندھ و ملتان کے انتظامی معاملات کا تفصیلی جائزہ لیا اور مشاورت کے بعد 800ء میں مہلب خاندان کے ممتاز فرد داؤد بن یزید بن حاتم مہلبی کو اس اہم صوبے کا گورنر مقرر کیا۔ ان کی تقرری کا بنیادی مقصد صوبے میں امن و استحکام قائم کرنا، انتظامی ڈھانچے کو مضبوط بنانا اور اصلاحی پروگراموں کو مؤثر انداز میں نافذ کرنا تھا۔

داؤد بن یزید کے دورِ حکومت میں مختلف شعبہ ہائے زندگی میں نمایاں اصلاحات دیکھنے میں آئیں۔ بالخصوص زرعی نظام کی ترقی، طب و علاج سے متعلق علوم کی ترویج اور مختلف علمی تصانیف کے عربی میں تراجم کو خصوصی سرپرستی حاصل ہوئی۔ ان اقدامات نے نہ صرف خطے کی معاشی اور علمی ترقی میں اہم کردار ادا کیا بلکہ سندھ و ملتان کو عباسی دور کے نمایاں علمی و انتظامی مراکز میں بھی شامل کر دیا۔ داؤد بن یزید بن حاتم مہلبی کے دورِ حکومت کی ان اصلاحات کا ذکر سید ابو ظفر نے اپنی کتاب تاریخِ سندھ میں بھی کیا ہے، جہاں انہوں نے ان کی انتظامی صلاحیتوں اور اصلاحی خدمات کو نمایاں انداز میں بیان کیا ہے۔

> "داؤد نے جب ہر جگہ نزاریوں کا زور توڑ دیا
> تو تمام سندھ میں ایک سرے سے دوسرے
> سرے تک امن و امان ہو گیا۔داؤد نے اب
> اطمینان سے حکومت شروع کی اور ملک
> کو آباد کرنے اور ترقی دینے میں سارا وقت
> صرف کرنے لگا۔یہاں تک کہ چند سال میں
> یہ ملک پھر سرسبز و شداب ہو گیا۔اس کا
> عہد اس قدر شاندار رہا کہ شاید جنید کے
> بعد اس پایہ کا والی نہیں گزرا۔""(۵)

193ہجری میں خلیفہ ہارون الرشید کے انتقال کے بعد ان کے فرزند امین الرشید منصبِ خلافت پر فائز ہوئے۔ ان کے دورِ حکومت کا بیشتر حصہ داخلی سیاسی کشمکش اور خانہ جنگیوں کی نذر ہوا، جس کے باعث مرکزی حکومت کی توجہ سلطنت کے دور افتادہ صوبوں کی نسبت داخلی استحکام پر مرکوز رہی۔ تقریباً پانچ برس بعد امین الرشید کے انتقال کے بعد ان کے بھائی مامون الرشید نے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔

مامون الرشید کے دورِ خلافت میں سندھ و ملتان کی انتظامی پالیسی میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں کی گئی۔ اس کی ایک اہم وجہ یہ تھی کہ داؤد بن یزید بن حاتم مہلبی نے اپنے طویل دورِ حکومت میں صوبے کے انتظامی، معاشی اور سیاسی ڈھانچے کو مضبوط بنیادوں پر استوار کر دیا تھا۔ چنانچہ مامون الرشید نے موجودہ نظام کو

برقرار رکھنا ہی مناسب سمجھا۔ اس کے برعکس عباسی سلطنت کے بعض دیگر صوبے بدستور سیاسی بے چینی اور انتظامی مشکلات سے دوچار تھے، جن پر مرکزی حکومت کی توجہ زیادہ مرکوز رہی۔

داؤد بن یزید بن حاتم مہلبی اپنی سیاسی بصیرت، انتظامی مہارت، عسکری صلاحیت اور دوراندیش قیادت کے باعث تقریباً بیس برس تک سندھ و ملتان کے منصبِ گورنری پر برقرار رہے۔ ان کا انتقال تقریباً 205 ہجری میں ہوا، جس کے بعد خلیفہ مامون الرشید نے ان کے فرزند بشر بن داؤد کو سندھ و ملتان کا نیا گورنر مقرر کیا۔ تقرری کے ساتھ ہی ان کے ذمے سالانہ دس لاکھ درہم خراج مرکزِ خلافت کو ادا کرنے کی ذمہ داری بھی عائد کی گئی، تاکہ صوبے کی مالیاتی وابستگی اور مرکزی حکومت کے ساتھ انتظامی تعلقات برقرار رہیں۔

بشر بن داؤد مہلبی نے اپنی تقرری کے بعد ابتدائی چند برسوں تک اپنے والد کی پالیسی کو برقرار رکھتے ہوئے مرکزِ خلافت کو مقررہ سالانہ خراج ادا کیا، لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اس نے عباسی حکومت کی اطاعت سے انحراف کرتے ہوئے خراج کی ادائیگی بند کر دی۔ اس اقدام نے عملی طور پر اس کی بغاوت کو واضح کر دیا اور سندھ و ملتان میں مرکزی اقتدار کے لیے ایک نیا سیاسی بحران پیدا ہوگیا۔

212ہجری میں جب خلیفہ مامون الرشید کو بشر بن داؤد کی اس بغاوت کی اطلاع ملی تو انہوں نے فوری کارروائی کرتے ہوئے حاجب بن صالح کو ایک فوج کے ساتھ سندھ روانہ کیا۔ اس مہم کا مقصد نہ صرف واجب الادا خراج کی وصولی تھا بلکہ صوبے میں عباسی حکومت کی عمل داری کو دوبارہ مستحکم کرنا بھی تھا۔

مکران کی حدود میں پہنچنے پر حاجب بن صالح کی ملاقات بشر بن داؤد کے ایک بھائی سے ہوئی، جسے اس نے خلیفہ کا فرمان سنایا۔ تاہم اس مرحلے پر حاجب بن صالح نے منصورہ کی طرف پیش قدمی کرنے میں تامل کا مظاہرہ کیا۔ جب اس صورتِ حال کی اطلاع خلیفہ مامون الرشید تک پہنچی تو انہوں نے مزید مؤثر اقدامات کا فیصلہ کیا اور عنسان بن عباد اور محمد بن عباد کو سندھ و ملتان کی جانب روانہ کیا۔ محمد بن عباد کو خصوصی ہدایت دی گئی کہ وہ خطے کے انتظامی مسائل پر قابو پانے کے ساتھ ساتھ بشر بن داؤد کو گرفتار کرکے دربارِ خلافت میں پیش کرے۔

بشر بن داؤد مہلبی کی بغاوت اور اس کے تدارک کے لیے عنسان بن عباد اور محمد بن عباد کی تقرری اور روانگی کا ذکر اخلاق احمد قادری نے اپنی تصنیف میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے، جہاں انہوں نے اس تمام واقعے کو عباسی حکومت کی صوبائی پالیسی اور مرکزی اقتدار کی بحالی کے تناظر میں بیان کیا ہےکہ

> ”داؤد کے بعد اس کا بیٹا گورنر بنا اس نے ایک بار پھر مرکز کو خراج دینا بند کر دیا اور سندھ کو خود مختار سمجھنے لگا۔مامون الرشید نے پہلے حاجب بن صالح کو مختصر فوج دے کر سندھ بھیجا مگر وہ ناکام رہا اس کے بعد عنسان بن عباد ایک بڑی فوج لے کر آیا۔بشر نے فوراً اطاعت اختیار کر لی اور گرفتار ہو کر بغداد پہنچا۔“(۶)

عنسان بن عباد اور محمد بن عباد نے اپنی مہم کے دوران بشر بن داؤد کو گرفتار کر لیا اور سندھ و ملتان کی گورنری موسیٰ بن یحییٰ برمکی کے سپرد کر دی۔ اس کے بعد وہ بشر بن داؤد کو اپنے ساتھ بغداد لے گئے اور اسے خلیفہ مامون الرشید کے دربار میں پیش کیا۔ بعض مؤرخین کے مطابق عنسان بن عباد کی سفارش پر خلیفہ نے نہ صرف بشر بن داؤد اور اس کے اہلِ خانہ کو معافی عطا کی بلکہ سندھ پر عائد سالانہ خراج بھی معاف کر دیا، جس سے مرکز اور صوبے کے تعلقات میں وقتی طور پر کشیدگی کا خاتمہ ہوگیا۔

موسیٰ بن یحییٰ برمکی تقریباً سات برس تک سندھ و ملتان کے گورنر رہے۔ ان کے دورِ حکومت کی نمایاں خصوصیت سخت گیر انتظامی پالیسی تھی۔ انہوں نے امن و امان برقرار رکھنے اور بغاوتوں کے خاتمے کے لیے طاقت کا بھرپور استعمال کیا اور ریاستی رٹ کو ہر صورت قائم رکھنے کی کوشش کی۔ جو عناصر حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے، ان کے خلاف فوری اور سخت کارروائی کی جاتی، جس کے نتیجے میں بغاوتوں کا زور ٹوٹ گیا اور مرکزی اقتدار مضبوط ہوا۔

موسیٰ بن یحییٰ برمکی نے صرف بیرونی خطرات ہی کا مقابلہ نہیں کیا بلکہ اندرونی سیاسی و قبائلی تنازعات میں بھی زیادہ تر عسکری حکمتِ عملی اختیار کی۔ ان کی سخت گیر پالیسی کے باعث صوبے میں امن و استحکام قائم ہوا اور بعد کے عرصے میں کوئی بیرونی طاقت آسانی سے سندھ و ملتان کی طرف جارحانہ عزائم کے ساتھ پیش قدمی نہ کر سکی۔ داخلی سطح پر بھی حکومت کی مضبوط گرفت کے باعث عوام اور مقامی قبائل نے نسبتاً اعتدال اور نظم و ضبط کا مظاہرہ کیا، جس سے صوبے میں سیاسی استحکام کو تقویت ملی۔

موسیٰ بن یحییٰ برمکی کے دورِ حکومت کے ان حالات کا ذکر سید ابو ظفر نے اپنی کتاب تاریخِ سندھ میں بھی کیا ہے، جہاں انہوں نے ان کی انتظامی حکمتِ عملی اور امن و استحکام کے قیام میں ادا کیے گئے کردار کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

> ”موسی کے عہد میں سندھ کا خراج تمام
> اخراجات منہا کرنے کے بعد 10 لاکھ درہم
> بغداد بھیجا جاتا تھا۔اور اس عہد میں
> سندھ سے قط(کٹ) نیزہ اور بھید کی
> برآمد خوب ہوتی تھی۔“(۷)

221ہجری میں موسیٰ بن یحییٰ برمکی کا انتقال ہوا۔ اس سے قبل خلیفہ مامون الرشید بھی وفات پا چکے تھے، جن کے بعد ان کے بھائی ابو اسحاق معتصم باللہ عباسی خلافت کے منصب پر فائز ہوئے۔ معتصم باللہ کے دورِ خلافت ہی میں موسیٰ بن یحییٰ برمکی کی وفات کے بعد ان کے بیٹے عمران برمکی کو سندھ و ملتان کی گورنری سونپی گئی، جس کی بعد ازاں مرکزی خلافت نے بھی توثیق کر دی۔

عمران برمکی کی مدتِ حکومت کے بارے میں مؤرخین کی آراء مختلف ہیں۔ بعض اسے تقریباً پانچ برس جبکہ بعض چھ سے سات برس تک محیط قرار دیتے ہیں۔ ان کے دور میں ایک مرتبہ پھر بعض قبائل اور مقامی گروہوں نے مرکزی حکومت کے خلاف بغاوت کی کوشش کی۔ عمران برمکی نے اپنے والد کی پالیسی کو جاری رکھتے ہوئے ان تحریکوں کو سختی سے کچلا اور باغیوں کے خلاف فوجی کارروائیاں کیں۔ اس دوران وسیع پیمانے پر قتل و غارت

کے واقعات بھی پیش آئے، جن کی زد میں صرف باغی عناصر ہی نہیں بلکہ مقامی آبادی کے مختلف طبقات، خصوصاً کسان، ماہی گیر اور دیگر پیشہ ور افراد بھی آئے۔

سیاسی کشمکش کے اسی ماحول میں 841ء میں عمران برمکی عبدالعزیز ہباری کے ہاتھوں قتل ہوگئے۔ ان کی وفات کے بعد ایطاخ، جو ترک النسل سپہ سالار تھا، سندھ و ملتان کا گورنر مقرر ہوا۔ تاہم خلیفہ معتصم باللہ کے بعد جب متوکل علی اللہ تختِ خلافت پر متمکن ہوئے تو انہوں نے ایطاخ کو معزول کرکے گرفتار کر لیا اور اس کی جگہ ہارون بن ابی خالد کو گورنر مقرر کیا۔

ہارون بن ابی خالد نے اپنے پیش رو کی طرح بعض مقامی عرب قبائل، خصوصاً حجازی نزاریوں، کے ساتھ محاذ آرائی کی پالیسی اختیار کی، جس کے نتیجے میں شدید کشیدگی پیدا ہوئی۔ بالآخر 854ء میں انہی قبائل کے ساتھ ایک مسلح تصادم کے دوران وہ قتل کر دیے گئے۔ ان کے بعد عمر بن عبدالعزیز ہباری اقتدار میں آئے، جنہوں نے سندھ میں ایک نئی سیاسی حکومت کی بنیاد رکھی، جو تاریخ میں ہباری حکومت کے نام سے معروف ہوئی۔ اس تبدیلی کے ساتھ ہی سندھ و ملتان میں عباسی گورنروں کے براہِ راست اقتدار کا ایک اہم دور اختتام پذیر ہوا اور مقامی خودمختار حکمرانی کا نیا مرحلہ شروع ہوا۔

سندھ و ملتان کے اس آخری عباسی گورنر کے حالات اور ہارون بن ابی خالد کی 850ء میں منصورہ آمد کا ذکر حفیظ خان نے اپنی کتاب مآثرِ ملتان میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

> ”اس وقت تک جہاں سندھ کے حالات ابتر ہو چکے تھے وہیں دربار خلافت پر بھی عربوں کی بجائے ترک غلاموں نے اثر انداز ہو کر پوری سلطنت کی چولیں ہلا دی تھی۔نیا گورنر ہارون کم عقل، غبی اور عاقبت نا اندیش ثابت ہوا۔اس نے حجازی نزاریوں کا غلبہ دیکھتے ہوئے بھی ان کی دشمنی مول لے لی۔بات آگے بڑھی تو 854(240 ہجری) میں ان آباد کار عربوں کی ایک باہمی جھڑپ کے دوران مارا گیا۔یوں ہارون کی موت کے ساتھ سندھ اور ملتان میں عباسی خلفاء کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔“(۸)

ہارون بن ابی خالد کے قتل کے بعد سندھ و ملتان میں اقتدار کا خلا پیدا ہوگیا، جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عمر بن عبدالعزیز ہباری نے اپنی سیاسی اور عسکری قوت کو بروئے کار لاتے ہوئے اقتدار سنبھال لیا۔ چونکہ وہ پہلے ہی مقامی سطح پر ایک مضبوط جماعت اور بااثر حامیوں کا حلقہ قائم کر چکے تھے، اس لیے انہوں نے حالات کو اپنے حق میں استعمال کرتے ہوئے حکومت کی بنیاد رکھ دی اور اقتدار کو مستحکم کرنے کی کوشش کی۔

اقتدار سنبھالنے کے فوراً بعد عمر ہباری نے خلیفہ متوکل علی اللہ کے نام ایک مکتوب روانہ کیا، جس میں انہوں نے اپنی حکومت کی توثیق اور حمایت کی درخواست کی۔ اپنے خط میں انہوں نے مؤقف اختیار کیا کہ سابق گورنر

خطے کے انتظامی اور سیاسی مسائل پر قابو پانے میں ناکام رہے، جس کے نتیجے میں بدامنی اور انتشار نے جنم لیا اور بالآخر وہ اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ انہوں نے مزید لکھا کہ چونکہ وہ خود اسی خطے سے تعلق رکھتے ہیں اور مقامی حالات، قبائلی ساخت اور انتظامی تقاضوں سے بخوبی آگاہ ہیں، اس لیے سندھ و ملتان کے نظم و نسق کو مؤثر انداز میں سنبھالنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اس وقت عباسی خلافت کو سلطنت کے مختلف حصوں میں بغاوتوں اور داخلی مسائل کا سامنا تھا، لہٰذا خلیفہ متوکل علی اللہ نے سیاسی مصلحت کو مدنظر رکھتے ہوئے عمر بن عبدالعزیز ہباری کو سندھ و ملتان کی ولایت کی توثیق عطا کر دی۔ اس سرکاری تائید کے بعد عمر ہباری نے اپنے اقتدار کو مزید مستحکم کیا اور سندھ و ملتان میں ایک ایسی مقامی اور نیم خودمختار حکومت کی بنیاد رکھی، جسے بعد ازاں تاریخ میں ہباری حکومت کے نام سے جانا گیا۔

مختصرا یہ کہ بنو عباس کے دور میں سندھ و ملتان میں سیاسی کمزوری اور مرکز کی دوری نے مقامی قوتوں کو ابھرنے کا موقع دیا۔ اگرچہ عباسی خلفاء نے انتظامی اصلاحات اور توثیق کے ذریعے نظم و نسق قائم رکھنے کی کوشش کی، لیکن عملی طور پر مقامی حکمران زیادہ بااختیار ہوتے گئے۔

یوں ہباری حکومت کا قیام اس دور کی سیاسی حقیقتوں کی عکاسی کرتا ہے، جہاں مرکز کی کمزوری کے باعث صوبائی خودمختاری میں اضافہ ہوا۔ یہ دور سندھ و ملتان کی تاریخ میں ایک اہم موڑ کی حیثیت رکھتا ہے، جس نے بعد کی سیاسی تشکیل پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے۔

حوالہ جات

۱۔ اخلاق احمد،قادری،تاریخ و تمدن ملتان،لاہور،علم و عرفان پبلشرز،2011ء، ص 25

۲۔ حفیظ خان،ماثر ملتان، ملتان، انسٹیٹیوٹ آف ریسرچ اینڈ پالیسی، اگست 2011ء،ص270

۳۔ نور احمد فریدی،مولانا، تاریخ ملتان، ملتان، قصر الادب رائٹرز کالونی ملتان، 1972ء،ص 93

۴۔حفیظ خان، ماثرملتان، ملتان، انسٹیٹیوٹ آف ریسرچ اینڈ پالیسی،اگست 2011ء، ص285

۵۔ندوی، سید ابو ظفر دسنوی، تاریخ سندھ(حصہ اول دوم) لاہور،بک ٹاک, 2018ء، ص 190

۶۔ اخلاق احمد، قادری، تاریخ تمدن ملتان،لاہور،علم عرفان پبلشرز،2011ء، ص38

۷۔ندوی،سید ابو ظفر، دسنوی، تاریخ سندھ (حصہ اول دوم) لاہور، بک ٹاک، 2018ء، ص 172۔ 173

۸۔حفیظ خان، ماثر ملتان، انسٹیٹیوٹ آف ریسرچ اینڈ پالیسی، ملتان، اگست2011ء، ص 288